گناہ کی حقیقت اور اس کی فلاسفی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍اپریل ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ النساء کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (النسآء: ۱۱۱ تا ۱۱۳)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ پیر اور منگل کی درمیانی رات مجھ پر ڈائریا (Diarrhoea) کا بڑا سخت حملہ ہوا اور قریباً ساری رات جاگ کے گذارنی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی میں تکلیف بھی محسوس کر رہا ہوں اور ضعف بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور مجھے بھی شفا دے اور آپ سب کو بھی صحت کے ساتھ رکھے۔

سورۃ نساء کی ان آیات میں گناہ کی حقیقت اور فلاسفی اور خدا تعالیٰ کی بعض صفات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص بھی کوئی بدی کرے گا یا اپنے نفس پر ظلم کرے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ جو شخص کوئی بدی کرے اس کا فعل اسی پر

الٹ کر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی غلطی کرے اور گناہ کا مرتکب ہو اور خود گناہ کا مرتکب ہے لیکن الزام لگاتا ہے کہ یہ گناہ میں نے نہیں کیا بلکہ فلاں نے کیا تو وہ بہتان بھی باندھتا ہے اور بہت بڑے گناہ، سب سے بڑے گناہ کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔

پہلی آیت میں دو قسم کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایک حقوق العباد ایک حقوقِ نفس یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حقوق انسانوں کے انسان پر قائم کئے ہیں ایک انسان ان حقوق کو توڑنے والا ہے۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا وہ بدی کرتا ہے اور یہ نتیجہ ہم اس لئے نکالتے ہیں، یہ معنی ہم اس لئے کرتے ہیں کہ اس کا دوسرا حصہ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ کہا گیا ہے کہ خود اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور نفس کے حقوق کو بجا نہیں لاتا، تو اس سے ہمیں یہ پتا لگتا ہے، ویسے تو قرآن کریم کے بہت سے بطون ہیں ایک معنی ہم یہ کرتے ہیں کہ جو شخص غیروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے وہ اپنے نفس کے حقوق کا بھی خیال نہیں کرتا اور اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

یہ گناہ کا ارتکاب جو ہے خواہ وہ حقوق العباد کو تلف کرنے کے نتیجہ میں ہو یا حقوق نفس کے تلف کرنے کے نتیجہ میں ہو یہ ایک تو بشری کمزوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی ہر انسان میں بعض کمزوریاں ہیں اور بڑی کمزوری جس کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے یہ ہے جو بڑی طاقت بھی ہے اس کی ایک نقطہ نگاہ سے اور دوسرے نقطہ نگاہ سے بہت کمزوری بھی ہے وہ ہے اس کا صاحب اختیار ہونا کہ خدا تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لائے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے اور اگر چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے احکام ماننے سے انکار کرے اور ظلم اور گناہ اور اثم کا مرتکب ہو۔ ایک پہلو سے بے انتہا فضلوں کا وہ وارث بنتا ہے بوجہ صاحبِ اختیار ہونے کے اور دوسری طرف اس کو یہ خدشہ بھی لگا رہتا ہے کہ وہ خدا کو ناراض کرنے والا اور اس کے غضب کے نیچے آنے والا نہ ہو جائے۔

انسان کو چونکہ ایک متمدن نوع بنایا گیا ہے مختلف الانواع ذمہ داریاں انسانی معاشرہ میں مجموعی طور پر انسان کو ادا کرنی پڑتی ہیں بعض ذمہ داریاں ہیں اس کے لئے بڑی کثیف اور

کرخت قسم کی طبیعتوں کی ضرورت ہے۔ بعض ذمہ داریاں ہیں جن کی ادائیگی کے لئے بہت لطیف طبائع کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کے پیش نظر انسان انسان کی قوتوں اور استعدادوں میں فرق پیدا کیا اور مختلف الاقسام طبائع اس نے پیدا کردیں کیونکہ ذمہ داریاں مختلف تھیں۔ بعض ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ جن کے نتیجہ میں انسان جو ہے وہ زیادہ گناہ کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ اگر اس کے لئے پناہ کا کوئی راستہ بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کی رحمت کے سامان نہ کرتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اے میرے خدا! تو نے مجھے اپنی مصلحتوں کے نتیجے میں اس قسم کے کثیف قویٰ دے دیئے اگر میں ان کے نتیجہ میں کوتاہی کروں کہاں جاؤں تیرے در پر نہ آؤں تو۔ تو اس وجہ سے بھی کمزوری پیدا ہوتی ہے، گناہ پیدا ہوتا ہے لغزش ہوتی ہے ارتکاب تلف حقوق ہوتا ہے تو اس کے لئے یہ دروازہ کھلا رکھا خدا تعالیٰ نے۔ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللهَ پھر وہ توبہ کرتا ہے اور ندامت کے جذبات اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ تو باوجود اس کے کہ اس قسم کی طبعی کمزوری کے نتیجہ میں بار بار وہ کمزوری کی طرف جھکے گا جب بھی جھکے گا اور اس کے بعد اس کے دل میں ندامت پیدا ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہی بار بار خدا تعالیٰ کو غفور اور رحیم پائے گا۔ تو کمزوریوں کے دروازے بھی اس کے اوپر کھلے ہیں بڑے لیکن خدا تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت کے دروازے بھی بڑے کھلے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی تفسیر میں جو باتیں فرماتے ہیں ان میں سے دو ایک یہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:-

”جیسے لغزش اور گناہ نفوس ناقصہ کا خاصہ ہے ...... خدا کا ازلی اور ابدی خاصہ مغفرت و رحم ہے...... یعنی جب کبھی کوئی بشر بروقت صدورِ لغزش و گناہ بہ ندامت و توبہ خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اس قابل ہوجاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا تعالیٰ اس کی طرف رجوع کرے...... یہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں خاصہ دائمی ہے“

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ ۱۸۷ حاشیہ)

یعنی ایک ہزار بار بھی وہ غلطی اور گناہ کرتا ہے اور ایک ہزار بار اگر اس کے دل میں

ندامت پیدا ہوتی ہے اور خدا کی طرف وہ رجوع کرتا ہے تو ایک ہزار بار وہ بخشا جاتا اور خدا کی مغفرت کے نیچے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سلسلے میں جو مختلف قویٰ کے ساتھ مختلف انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے مثال آپ نے یہ دی ہے کہ طبائع انسانی جواہر کانی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔

کان معدنیات سے جو چیزیں نکلتی ہیں نا وہ مختلف ہیں، ان کی طرح انسانی طبیعتیں بھی مختلف ہیں۔ یہ میں نے اب میرے الفاظ ہیں خلاصہ کیا ہے میں نے، بعض چاندی کی طرح روشن بعض گندھک کی طرح بدبودار اور جلد بھڑکنے والی اور جوش میں آنے والی، بعض پارے کی طرح بے ثبات اور بے قرار، بعض لوہے کی طرح سخت اور کثیف اور میں ساتھ یہ مثال بھی دیتا ہوں کہ بعض ہیرے کی طرح روحانی شعاعوں سے جگمگانے والی مختلف قسمیں ہیں اور اس کے بغیر انسانی تمدن اپنے عروج کو ارتقائی ادوار میں سے گذرتا ہوا پہنچ نہیں سکتا تھا۔ کثیف کاموں کے لئے کثیف طبیعتوں کی ضرورت ہے لطیف کاموں کے لئے لطیف طبیعتوں کی ضرورت ہے۔ بعض ایسے کام ہیں مثلاً اب تو کچھ انسان نے سہولتیں اور قسم کی پیدا کرلیں لیکن ایک خاص وقت میں غسل خانوں وغیرہ کی گلیوں کی نالیوں کی صفائی بعض خاص قسم کی طبیعتیں ہی کرسکتی تھیں ہر آدمی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک لطیف طبیعت کا آدمی گزرتے ہوئے ناک پر رومال ڈال کے گذرتا تھا ایک دوسرا آدمی اپنا ہاتھ بیچ میں ڈال کے نالی کو صفا کررہا ہے۔ طبیعتوں طبیعتوں میں بڑا فرق ہے۔ بے شمار قسمیں بن جاتی ہیں ان کو ہم گن نہیں سکتے لیکن ایک حقیقت اپنی جگہ محکم اور ثابت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی کمزوری انسان کی ایسی نہیں کہ اگر اس کے نتیجہ میں وہ خدا کو ناراض کرنے والا ہو جائے تو اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو اور خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحم سے ہمیشہ کے لئے اسے محروم کردیا جائے۔ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ میں جو مغفرت اور رحم کی صفت ہے غفور اور رحیم ہونا اس کا، یہ ازلی ابدی صفت ہے اور ایک فرد واحد، میں نے تو ہزار دفعہ کہا تھا اگر لاکھ دفعہ کروڑ دفعہ بھی غلطی کرتا اور کروڑ دفعہ اپنے رب کریم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے توبہ اور ندامت کے جذبات کے ساتھ تو ایک کروڑ دفعہ اس پر خدائے

رب کریم کا دروازہ کھولا جائے گا۔

اس آیت میں ایک لوگوں کے حقوق کی ادئیگی کا اشارہ ہے یا عدم ادائیگی کی طرف یعنی ادائیگی ہوگی تو وہ ثواب ہے اور اگر نہیں ادائیگی کرے گا تو وہ سُوْٓءًا ہے، بدی ہے۔ ایک اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اپنے نفس کے حقوق کو ادا کرنا، اس آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے، اتنا ہی ضروری ہے جتنا غیروں کے حقوق کی ادائیگی اپنے نفس کے ساتھ۔ پھر ایک دائرہ آجاتا ہے خاندان کا۔ جو حقوق خدا تعالیٰ نے کسی کے رشتہ داروں کے قائم کئے ہیں اگر ذمہ وار آدمی وہ حقوق ادا نہ کرے صرف اس لئے کہ اس کے اوپر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کردے گا کہ چونکہ تمہارے ساتھ عزیز داری ہے اس لئے تم اس کی رعایت کردو گے تو اسلام اس کو گناہ سمجھتا ہے اور اس شخص کے حق کو قائم کرنا اور اس کو ادا کرنا جو خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس کو ثواب اور جنت کا دروازہ کھولنے والا ایک عملِ صالح سمجھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ آپ کے ایک عزیز کا ایک دوسرے مسلمان کے ساتھ چشمے کا پانی تھا بہرحال ایک کنارہ تھا قدرتی، اس پانی کے اوپر ہوا جھگڑا۔ آپ کے عزیز کی زمین اوپر تھی پانی کی طرف۔ دوسرے مسلمان کی نیچے تھی۔ وہ آیا آپ کے پاس۔ آپ نے کہا اپنے عزیز کو کہ کھیتوں کو اپنے پانی دو بے شک لیکن اس کے لئے بھی چھوڑ دیا کرو پانی۔ وہ کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اس کی رشتے داری ہے آپ کے ساتھ۔ آپ تو احسان کر رہے تھے یعنی جو حق تھا اس سے زائد اس کو دے رہے تھے جب اس نے یہ کہا تو پھر آپ نے کہا الفاظ میں یا عمل سے کہ اچھا تم اسلامی تعلیم کے مطابق فیصلہ کروانا چاہتے ہو تو وہ یہ ہے کہ اپنے عزیز کو کہا تمہاری زمین اوپر ہے تم اپنے کھیت کو پانی پلاؤ۔ پھر پانی پلاؤ، پھر پانی پلاؤ اور پوری طرح جب سیراب ہوجائے پھر پانی جو بچ جائے وہ اس کو چھوڑ دو، آپ ہی اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ تو نفس کے حقوق ہوں یا غیر کے حقوق ہوں، عزیز رشتے دار کے حقوق ہوں یا غیر مسلم کے حقوق ہوں حقوق کی ادائیگی تو اس لئے کرنی ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میں نے یہ حق قائم کیا اس حق کو قائم کرو۔ اس لئے ہم نے ادا نہیں کرنا کہ ہم چاہتے ہیں ہم کسی پہ احسان کریں یا ہم چاہتے ہیں کہ کسی پہ احسان نہ کریں۔ جو حق خدا نے قائم کردیا مثلاً

جو حق خدا نے رب العالمین کی حیثیت سے قائم کر دیا کوئی دنیا میں انسان نہیں پیدا ہوا کہ جسے خدا نے یہ حق دیا ہو کہ وہ ان حقوق کو پامال کرے خواہ وہ حقدار جو ہیں وہ بت پرست اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں خواہ وہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والے دہریہ کیوں نہ ہوں خواہ وہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی کی اندھی مخالفت کرنے والے کیوں نہ ہوں خواہ وہ ساری عمر آپ کو ایذا پہنچانے والے کیوں نہ ہوں۔ کسی کو کوئی حق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اسوہ جو ہمیں نظر آتا ہے یعنی نمونہ ہمارے لئے وہ یہ ہے کہ جس حق کو خدا نے قائم کیا بندے کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اس حق کو توڑے۔ خدا تعالیٰ نے جو حق قائم کئے ہیں وہ بنیادی طور پر صفتِ ربوبیت کے نتیجہ میں ہیں صفتِ رحمانیت کے نتیجہ میں ہیں صفتِ رحیمیت کے نتیجہ میں ہیں، صفتِ مالکیت یوم الدین کے نتیجہ میں ہیں، جس کا ایک دھندلا سا عکس اس ہماری زندگی میں آتا ہے وہ اپنا مضمون مستقل حیثیت کا ہے اس وقت نہیں ہمارے سامنے۔ تو حقوق العباد کو قائم کرنا ضروری ہے حقوقِ نفس کو ادا کرنا ضروری ہے جو نہیں کرتا، پھر توبہ کرتا اور استغفار کرتا، خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے اسے میں معاف کر دوں گا۔

اور دوسری آیت میں ہر قسم کے گناہ کا اثماً میں ذکر ہے یعنی خواہ حقوقِ نفس ہوں یا حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ ہوں جو شخص بھی گناہ کرتا ہے وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا جو شخص بھی بدی کرتا ہے تو بدی کا پہلا اور جو پہلا اور آخری اثر میں کہوں گا، پہلا اور آخری اثر اس کا اس کے اپنے نفس پر ہے۔ فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ اس کا فعل اس پر الٹ کے پڑتا ہے مثلاً اگر وہ چوری کرتا ہے دوسرے کا مال لوٹتا ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کے اس گناہ نے اس کے دوسرے انسانی بھائی کو دکھ پہنچایا، اس کا گناہ کیا اس نے لیکن اس کا حقیقی اثر یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے پر خدا کی رضا کی جنت کے دروازے بند کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر حکم جو ہے خواہ وہ اوامر میں سے ہو یا نواہی میں سے ہو یعنی یہ حکم ہو کہ ایسا کرو یا یہ حکم ہو کہ ایسا نہ کرو وہ ہماری قوتوں اور استعدادوں کی صحیح تربیت اور صحیح نشوونما کے لئے ہے اور جب ہم کسی حکم کو توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں مانتے تو اس کا نقصان ہمیں ہے کیونکہ پھر ہماری صحیح اور پوری اور پیاری نشوونما نہیں ہوسکتی، پھر ہمارے وجود کی وہ نشوونما نہیں ہوسکتی

جس نشوونما کے بعد ہمارا نفس خدا کے پیار کو حاصل کر سکے۔ تو گناہ کا اثر دوسرے پہ بھی پڑتا ہے لیکن اصل وہ الٹ کے اسی شخص پہ گناہ کرنے والے پر آ کے پڑتا ہے اور یہ اس لئے کہا کہ خدا تعالیٰ عَلِيْمًا خدا تعالیٰ کے علم سے کوئی باہر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کو پیدا کیا اور اس کی ساری قوتوں اور استعدادوں کا صحیح اور کامل علم رکھنے والا ہے۔ انسانی استعدادوں اور قوتوں اور صلاحیتوں کی کامل نشوونما کے لئے اور جس کے نتیجہ میں روحانی نشوونما اپنے کمال کو پہنچتی اپنے اپنے دائرۂ استعداد کے اندر اور خدا تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ پیار کو حاصل کرنے والی بن جاتی ہے۔ اس علیم نے، اس عظیم خدا نے سارا اس علم کے ماتحت ایک طرف اس عالمین کو پیدا کیا اور دوسری طرف انسان کو اور اس کی فطرتوں کو اور اس کی صلاحیتوں کو اور اس کے قویٰ کو پیدا کیا اور ہر چیز میں اس نے ایک حکمت رکھی اور ہر چیز کی حکمت اس نے قرآن میں بیان کی اور ہمیں سمجھایا کہ تمہارے اوپر کوئی بوجھ نہیں ڈال رہے تمہارے فائدے کے لئے ہر حکم ہے، تمہیں بلند کرنے کے لئے ہر حکم ہے۔ ایک جگہ کہا کہ ہم نے تو اس کو آسمانوں کی بلندیوں کی طرف لے جانا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا اور خدا سے دور ہو گیا۔ ہر فعل خدا کا حکیمانہ ہے حکمت رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہر حکم جو ہے وہ ایک دلیل ہمارے سامنے رکھتا ہے ہمیں حکمت بتاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے اور کوچ مانج کے، حسین بنا کر، پاک اور مطہر وجود بنا کر اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ جو سرچشمہ ہے پاکیزگی اور طہارت کا ہمارا رب، اس کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو سکے۔ وہ جو پاکیزگی اور طہارت کا سرچشمہ ہے وہ ناپاک سے تو تعلق نہیں قائم کر سکتا، عقلاً نہیں کر سکتا۔ میں اور آپ بدبودار جگہ سے گزرتے ہیں اور اس سے گھن آتی ہے اور اس تعفن کو ہم پسند نہیں کرتے، ہماری طبیعت متلا جاتی ہے بعض دفعہ۔ ہم عاجز بندوں کا یہ حال ہے تو وہ خدا جو محض پاکیزگی اور طہارت ہے اور ہر قسم کی پاکیزگی اور طہارت کا چشمہ جو ہے وہ اسی سے نکلتا اور ہم تک پہنچتا ہے وہ ناپاک کو کیسے پیار کرے گا۔ تو ہر حکم جو ہے وہ ہمیں پاک بنانے والا مطہر بنانے والا ہمارے گند کو اور غلاظتوں کو دھونے والا، ہم پر نور چڑھانے والا اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور: ۳۶) اس نور کو، ہمارا وہ نور جو خدا تعالیٰ سے ہمیں حاصل ہوتا ہے اس نور کو خدا پسند کرتا

ہے۔ خدا اندھیروں کو پسند نہیں کرتا اندھیروں سے وہ نفرت کرے گا کیونکہ اندھیرا ہے خدا سے دوری کا نام جس طرح مادی ظلمت ہے نور سے دوری کا نام۔ دن کے وقت آپ کھڑکیاں اگر آپ کی لائٹ پروف ہوں یعنی کوئی سورج کی کرن اندر نہ جاسکے بند کردیں گے تو دن کے باوجود سورج نصف النہار پر ہوگا آپ کے کمرے کے اندر اندھیرا ہوجائے گا۔ تو جو شخص اپنے گناہوں کے نتیجہ میں اپنے وجود کی ان کھڑکیوں کو جو خدا تعالیٰ کی طرف کھلنے والی ہیں بند کردیتا ہے اور اپنے نفس میں اندھیرا پیدا کردیتا ہے خدا کا نور وہاں کیسے داخل ہوسکتا ہے۔

تو یہاں دوسری آیت میں یہ بتایا کہ تم جو گناہ کرتے ہو دوسروں کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ حقیقی نقصان اس لئے نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ ان کو دیتا ہے۔ تمہیں حقیقی نقصان ہے کیونکہ تم خدا سے دوری کی راہوں کو اختیار کرکے، اس نور سے دور ہٹ کے ظلمات کو اختیار کرکے، اس پاک سے جدائی اختیار کرکے گندگی کو اختیار کرتے، اس کی ناراضگی کی جہنم کو اپنے لئے پیدا کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کے وارث بننے کے لئے سامان پیدا نہیں کرتے۔

اور تیسرے قسم کا جو گناہ مرکب ہے کہ گناہ کیا اور تہمت دوسرے پہ لگا دی، یہ اس کا بھی آج کل فیشن ہوا ہوا ہے کہ ناکردہ گناہ پر گناہ کی تہمتیں لگائی جاتی ہیں اور پھر فخر بھی کیا جاتا ہے بعض حلقوں میں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور سمجھ دے ان لوگوں کو۔

تو یہاں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ، حقوقِ نفس کی ادائیگی کی طرف توجہ، حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف توجہ اور انسان بشری کمزوری یا ضعف استعداد کے نتیجہ میں اگر گناہ کرے تو استغفار کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے اور غفور رحیم خدا ہر وقت اسے جب وہ اس کی طرف رجوع کرے رجوع برحمت اس کی طرف ہونے کے لئے تیار ہے اور پھر ہمیں یہ سمجھایا کہ تمہارے اوپر کوئی بوجھ نہیں ڈالا جارہا بلکہ ہر گناہ تمہارے لئے ابدی دکھ کا باعث بننے والا ہے اس سے بچانے کی کوشش کی جارہی ہے تمہیں۔ تمہارے اپنے فائدے کے لئے ہے۔ چوری کے مال کا نقصان جتنا اس مال کے مالک کو ہے اس سے زیادہ تمہیں ہے۔ اس کو تو ہزار روپے کا نقصان یا ایک بھینس چرا لیتے ہیں لوگ، جاکے رسّہ کھول لیتے ہیں رسّہ گیر۔ اس کو دو ہزار تین ہزار بہت اچھی بھینس ہے تو پانچ دس ہزار کی اس کا اتنا

نقصان ہے لیکن تم نے جنت کے دروازے اپنے اوپر بند کر لئے اس کا نقصان تو تمہارے نقصان کے مقابلے میں کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ تو اِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ہر گناہ جو ہے اس کا اصل وار جو ہے انسان کے، گناہگار کے اپنے نفس کے اوپر ہے اور ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہر حکم جو دیا گیا وہ علیم وحکیم کی طرف سے دیا گیا ہے جو جانتا تھا کہ تمہارے فائدے کے لئے تم پہ حسن چڑھانے کے لئے، تمہیں منور کرنے کے لئے، تمہیں پاکیزہ اور مطہر بنانے کے لئے کن چیزوں کی ضرورت تھی اس کے مطابق تمہیں ہدایت اور شریعت دی گئی، اس کے مطابق تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ایک اسوہ دیا گیا اور تیسرے یہ کہ سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ انسان گناہ کرے اور تہمت دوسرے پہ لگا دے اس کو اپنی زیادہ فکر کرنی چاہیئے۔ ہر ایک کو ہی توبہ اور استغفار کا جو دروازہ کھلا چھوڑا ہے خدا تعالیٰ خدائے غفور رحیم نے، گناہ ہوتے ہی خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے اور ہمیں اس طرح صاف اور ستھرا اور سفید کر دے اس سے بھی زیادہ جتنا ایک دھوبی کپڑے کو پتھروں پہ مار مار کے شفاف پانی میں کرتا ہے۔ آجکل کے بعض گندے پانیوں میں بھی دھوبی دھو دیتے ہیں، شفاف پانی میں جو پہاڑی نالوں کا میٹھا شفاف پانی ہے اس کے اندر ایسے اجزا ہیں جو گند کو نکالنے والے ہیں کوئی گند باقی نہ رہے تا کہ وہ جو نور ہے ہماری ہلکی سی روشنی کو وہ پسند کرے اس کے نور کے مقابلے میں تو کچھ نہیں لیکن بہر حال اس سے مشابہت حاصل کرنے کی اس کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کی گئی اور ہمیں وہ پاک بننے کی اور مطہر بننے کی توفیق عطا کرے تا کہ ہمارا اس کے ساتھ ایک زندہ تعلق پیدا ہو جائے کہ ہم اسی زندگی میں اس کے پیار کی آواز سننے والے ہوں تا کہ ہماری ساری خوشیاں اس آواز پر بنیاد رکھنے والی ہوں کہ وہ ہمیں کہتا ہے کہ تم فکر نہ کرو تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اس کے بعد کسی اور چیز کی انسان کو ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞